© rasailojaraid.com

قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہے جاکر کہاں کمند دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

لیکن اصل شعر یوں ہے:

قسمت کو دیکھ ٹوٹی ہے جاکر کہاں کمند
کچھ دور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا[1]

(طبقات شعرائے ہند)

شیخ محمد قیام الدین قائمؔ چاند پوری ص ۱۴۱ نیز گلشنِ بے خار ص ۱۵۳)

کچھ لوگ اسے سوداؔ سے منسوب کرتے ہیں جو درست نہیں۔ گرچہ سوداؔ کی بھی اس زمین میں ایک مشہور غزل ہے، جس کا مطلع یہ ہے:

نے رستم اب جہان میں نے سام رہ گیا
مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا

(کلیاتِ سوداؔ ۱: ۲۲۴ مرتبہ ڈاکٹر امرت لعل عشرتؔ)

(۵۲) چرخ کو کب یہ سلیقہ تھا ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

(منو لال صفاؔ لکھنوئی۔ سخن شعرا ص ۲۸)

لیکن نواب شیفتہؔ اور کریم الدین نے منو لال کا تخلص صباؔ بتلایا ہے اور شعر کی قرأت یہ لکھی ہے:۔

---

[1] لیکن صاحبِ تذکرۂ مسرت افزا نے یہ شعر میرؔ کے ترجمے میں لکھا ہے، جو درست نہیں۔

قسمت یہ جاکے دیکھو کہاں ٹوٹی ہے کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا (ص ۲۲۰)

میرؔ کے دیوان میں بھی یہ شعر نہیں ملتا۔ مولانا حکیم سید عبد الحیٔ صاحب نے ترجمۂ نیامؔ کے تحت یہ شعر اس طرح لکھا ہے:۔ قسمت کو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی جا کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا

(گلِ رعنا ص ۱۸۸ طبع بار ششم)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چرخ کوکب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں
(دیکھئے گلشن بے خار ص ۱۲۶ نیز طبقات شعرائے ہند ص ۳۷۳)

اور دونوں تذکرے منولال صفا کے ترجمہ سے خاموش ہیں البتہ گلشن بے خار میں کسی صفا کے بارے میں صرف یہ فقرہ ملتا ہے "صفا تخلص ازاسم و رسمش آگہی دست ندارد"۔ ایک شعر بھی دیا ہے (ص ۱۲۶) تذکرہ خوش معرکہ زیبا ص ۶۸۸ پر بھی صرف یہ عبارت ملتی ہے: "صفا نام و نشان سے اُس کے ہر مو رنا آشنا"۔

(۵۳) مشہور ترین مصرع ہے: وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا۔
جس شعر کا یہ مصرع ہے وہ لالہ مادھورام جوہر فرخ آبادی کا یہ شعر ہے:

اب عطر بھی ملو تو تکلف کی بو کہاں
وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا (جواہر سخن جلد چہارم ص ۱۳۹)

علامہ کالیداس گپتا رضا نے جوہر کا یہ مشہور شعر بھی لکھا ہے:

(۵۴) بھانپ ہی لیں گے اشارہ سرِ محفل جو کیا
تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں (سہو و سراغ ص ۱۴)

نسیم کا ایک شعر لکھنا بھی یہاں مناسب ہوگا:

(۵۵) ہوتے آتش کے ہیں یہ پرکالے
تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے
(فرہنگ آصفیہ ۱: ۵۸۴ کالم ۲)

(۵۶) قائم چاندپوری کے درج ذیل مطلع کا مصرعِ ثانی شہرت رکھتا ہے:

دل ڈھونڈھتا سینے میں مرے بوالعجبی ہے
اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہے
(تین تذکرے بحوالہ مجمع الانتخاب ص ۱۰۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۵۷) مسجدیں سونی پڑی ہیں، بھٹیاں آباد ہیں

یہ مصرع میر وزیر علی صبا لکھنوی کے مطلع ذیل کا ثانی مصرع ہے:

فصلِ گل ہے، زاہدوں کو غم ہے، میکش شاد ہیں
مسجدیں سونی پڑی ہیں، بھٹیاں آباد ہیں (جواہر سخن ۳: ۵۴۰)

(۵۸) جس کم سخن سے کیجیے تقریر، بول اٹھے
ہے ہم میں وہ کمال کہ تصویر بول اٹھے
(شیخ حیات اللہ گویا۔ گلشن بے خار ص ۱۶۵ نیز سخن شعرا ص ۴۰۳)

لیکن تذکرہ خوش معرکۂ زیبا مؤلفہ سعادت خاں ناصر نے اس حکایت کے ساتھ میر سعادت علی (تسکین) کے ذیل میں لکھا ہے "میاں دلگیر صاحب کہتے تھے کہ ایک دن میں شیخ ناسخ کی خدمت میں حاضر تھا کہ میر سعادت علی (تسکین) تشریف لائے۔ شیخ ناسخ نے کہا کچھ ارشاد فرمائیے۔ میر موصوف (یعنی تسکین) نے شعر مرقوم الصدر پڑھا۔ ناسخ نے کہا شعر آپ کا خوب ہے اگر کم سخن کی جگہ 'بے زباں' ہو تو کمال آپ کا ظاہر اور وہ نادر ہو جائے۔ میر صاحب نے دخل ان کا قبول فرمایا" (ص ۱۲۲)

لیکن گلشنِ بے خار، نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ، ناصر کے تذکرہ سے زیادہ مستند ہے۔ دوسرے شیفتہ نے اپنا تذکرہ، ناصر کے تذکرہ سے بارہ سال پہلے ختم کر لیا تھا۔ تیسرے ناصر نے اپنا ضخیم تذکرہ صرف ایک سال کی مدت میں مرتب کیا یعنی ۱۲۶۱ھ میں شروع اور ۱۲۶۲ ہجری میں ختم کیا۔ اس لئے بھی اس کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا: "خوش معرکۂ زیبا" تاریخی نام ہے جس سے ۱۲۶۱ نکلتے ہیں اور سالِ اختتام کا مادہ "کلامِ انتخاب اہلِ زبان کا" ہے اس سے ۱۲۶۲ برآمد ہوتے ہیں۔ چوتھے ناسخ کی اصلاح مصحفی سے بھی متعلق بتلائی جاتی ہے۔

(۵۹) غالب کا مصرع ہے: ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا پہلا مصرع یہ ہے: ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال

(دیوانِ غالب نسخۂ انجمن ص ۱۲۲)

(۶۰) بہت لگتا ہے دل صحبت میں اس کی

وہ اپنی ذات سے اک انجمن ہے

(حالی۔ دیوانِ حالی اردو اکادمی دہلی ایڈیشن ص ۱۲۹)

(۶۱) شہزادہ مرزا فتح الملک بہادر رمز کا شعر ہے:

ہوئی صورت نہ کچھ اپنی شفا کی

دوا کی مدتوں برسوں دعا کی

(سخن شعرا ص ۱۹۱)

(۶۲) میر حسن تسکین شاگردِ مومن کے درجِ ذیل دو شعر بے حد مشہور ہیں:

نہ کچھ شوخی چلی بادِ صبا کی بگڑنے میں بھی زلف اس کی بنا کی

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

(دلی کا دبستانِ شاعری ص ۳۵۳)

(۶۳) خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

منقولہ مصرع خواجہ میر درد کے اس شعر کا ہے:

وائے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

(تذکرہ شعرائے اردو ص ۷۵)

(۶۵) الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

(مومن دیوانِ مومن مرتبہ ضیاء احمد ص ۱۰۰)

مومن کا ایک اور مشہور شعر ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۶۶) یہ عذر امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا
میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا (ایضاً ص ۲۴)

مصرعِ ثانی کو کبھی کبھی لوگ اس طرح بھی پڑھ دیا کرتے ہیں:

ہم الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

(۶۷) چھوڑ کر کوئے بتاں جانا تو ہے کعبے کو جلد پھر لو تجھے بیدار خدا کو سونپا

تذکرہ میر حسن میں مذکورہ شعر میر مہدی بیدار سے منسوب ہے (دیکھئے ص ۳۹)
مگر حقیقت میں یہ شعر میر تقی میر کا ہے اور یوں صحیح ہے:

اب تو جاتا ہی ہے کعبہ کو بت خانے سے
جلد پھر لو تجھے اے میر خدا کو سونپا

(نکات الشعراء از میر تقی میر: ص ۱۴۹)

مولانا عبدالحیٰ نے بھی یہ شعر بیدار ہی سے منسوب کیا ہے اور پہلے مصرع کی قرأت بادنیٰ تغیر یہ لکھی ہے: ع چھوڑ کر کوئے بتاں جاتا تو ہے کعبے کو (گلِ رعنا ص ۲۰۵)

(۶۸) بڑا مشہور مصرع ہے: مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

یہ مصرع حالی کی ایک غزل کے مطلع کا ہے:

کوئی محرم نہیں ملتا جہاں میں
مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں (دیوانِ حالی ص ۱۱۳)

(۶۹) کِھل کے گُل کچھ تو بہارِ جاں فزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

منقولہ شعر ذوق کا ہے اور پہلا مصرع اصل میں یوں ہے:

کِھل کے گُل کچھ تو بہار اپنی، صبا دکھلا گئے (کلیاتِ ذوق ص ۲۶۱)

(۷۰) انعام اللہ خاں یقین کا مشہور مصرع ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قدم سنبھال کے رکھیو ترا یہ باغ نہیں

پورا شعر ہے :-

یہ بلبلوں کا صبا مشہدِ مقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو نرا یہ باغ نہیں

(دیوانِ یقین دہلوی ص ۱۹۳ از ڈاکٹر فرحت فاطمہ)

یعنی مصرعِ ثانی میں "ترا" کے بجائے "نرا" ہے. اگرچہ بعض مخطوطات میں "ترا" بھی لکھا ہوا ہے لیکن "ترا" میں جو چیلنج ہے وہ "نرا" میں نہیں.

(۱۷) شاد عظیم آبادی (سید علی محمد) کے درج ذیل مصرعہ کو اردو داں طبقہ میں شہرت حاصل ہے!

خدا مجنوں کو بخشے مر گیا اور ہم کو مرنا ہے

لیکن یہ مصرعِ ثانی درست شکل میں اس طرح ہے !

پس از معشوق مرنا عشق کو بدنام کرنا ہے
خدا مجنوں کو بخشے مر گیا اور مجھ کو مرنا ہے

(شاد کی کہانی شاد کی زبانی ص ۱۱۳ سنہ ۱۹۶۱ء)

'لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم' کے پیشِ نظر اس سلسلہ کو اگرچہ اور طول دیا جا سکتا ہے۔ لیکن بخوفِ طوالت اسے ختم کیا جاتا ہے - ۱۲۰

ختم شد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحریک ہجرت

جنگ آزادی کا ایک بھولا بسرا باب

مختار احمد مکی، صدر شعبہ سیاسیات کریم سٹی کالج، جمشید پور، بہار

۲۰ جنوری ۱۹۲۰ء کو خلافت کانفرنس کے دہلی اجلاس میں گاندھی جی کے علاوہ لوکمانیہ تلک لالہ لاجپت رائے بپن چندر پال اور مولانا آزاد وغیرہ شریک تھے۔ اسی کانفرنس میں امرتسر کے ایک جوشیلہ و جذباتی نوجوان غلام محمد عزیز نے ہجرت کی ایک تحریک پیش کی ہندوستان کے موجودہ حالات ایسے نہیں ہیں کہ مسلمان یہاں رہیں۔ یہاں مسلمانوں پر بہت ظلم ہو رہا ہے اور ان کی اپنی حکومت نہیں ہے یہ دار الحرب ہے اس وجہ سے مسلمانوں کے سامنے دو ہی حل رہ جاتے ہیں یا تو وہ جہاد بالسیف کریں یا یہاں سے کسی مسلم ملک کی جانب ہجرت کر جائیں (۱) لیکن کانفرنس میں موجود دوسرے مسلم رہنماؤں نے اس تجویز پر کوئی توجہ نہیں دی۔ غلام محمد عزیز نے وائسرائے کے نام ایک تار بھیجا کہ "چونکہ مذہب اسلام ہم کو اس ملک میں رہنے کی اجازت نہیں دیتا ہے اس وجہ سے ہم نہایت ہی پرامن طور پر اس ملک کو چھوڑنا چاہتے ہیں۔ کیا ہم امید کریں کہ ہندوستانی حکومت ہمارے راستہ میں کسی بھی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالے گی (۲) اس تار کے ساتھ ہی ساتھ اس نے ہندوستان کے مختلف علماء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بذریعہ تار ہی فتویٰ بھی مانگا۔ فرنگی محل لکھنؤ کے مولانا عبدالباری کے نام بھی اسی مضمون کا ایک تار آیا۔ اس کے جواب میں مولانا نے تحریر کیا کہ وہ تمام مسلمان جو اپنے ضمیر قلب یا ایمان کو مطمئن نہیں کرسکتے اور اسلام کے احکام کے مطابق عمل پیرا ہیں وہ اس ملک سے ہجرت کرکے ایسے مقام پر چلے جائیں جہاں اسلام کی خدمت انجام دینا اور اسلامی قوانین کے مطابق عمل کرنا بہتر طریق ممکن ہو"۔ (۳۲)

اس طرح مولانا عبدالباری نے انفرادی ہجرت کی بات کی اور ان لوگوں کے لئے جائز قرار دیا جو ہجرت کرنا چاہتے تھے۔ عام ہجرت کی دعوت نہیں تھی اور نہ ہی یہ تمام لوگوں کے لئے فرض قرار دیا گیا تھا اپنے نقطہ نظر کو مزید واضح کرتے ہوئے انہوں نے ہفتہ وار اخبار مشرق گورکھپور کے ۶ر مئی ۱۹۲۰ء کی اشاعت میں تفصیل سے ہجرت کی مذہبی بنیادوں اور ان کے اقسام کے سلسلہ میں تحریر کیا۔

۱۔ مکہ سے حبشہ کی جانب دو مرتبہ ہجرت ہوئی یہ دار شرک سے دار اہل کتاب یا دار ظلم سے دار عدل کی جانب ہجرت تھی۔

۲۔ مکہ سے مدینہ کے لئے جو ہجرت ہوئی وہ دار الحرب سے دار السلام کی جانب ہجرت تھی اور یہ فرض تھی جو کہ فتح مکہ کے بعد منسوخ ہو گئی۔

۳۔ بادیہ نشین کی ہجرت مدینہ کی جانب یہ حقوق مساوات کے لئے تھی یہ بھی منسوخ ہو گئی کیونکہ یہ حکم ہوا کہ جہاں کوئی پیدا ہوا ہے اور وہاں پر نماز یا ارکان اسلام کی اجازت ہے تو اس کو ہجرت کی ضرورت نہیں۔

۴۔ دار فسق و ظلم سے دار عدل و تقویٰ کی جانب ہجرت مستحب ہے بلکہ کچھ صورتوں میں تو یہ واجب ہے لیکن ہندوستان کو ہم لوگ دار السلام سمجھتے ہیں اس وجہ سے یہ ہجرت فرض نہیں ۔۔۔ موجودہ حالت میں ہندوستان سے اگر قابل و ذی استعداد لوگ کابل ہجرت کریں یا محنتی و جفاکش لوگ ہجرت کرکے وہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چلے جائیں تو امید ہے کہ اسلام کو فائدہ زائد حاصل ہوگا اور اپنے وطن عزیز کی خدمت بھی ہوگی احادیث سے آخر زمانہ میں شام کی جانب ہجرت کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ (۴)

لیکن اس سے قبل ہی مولانا آزاد مسلمانوں کو مذہب کے راستہ سیاست میں داخل کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ رانچی سے یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو رہائی کے بعد ہی اور خاص طور پر فروری میں کلکتہ خلافت کانفرنس کے بعد کوشش شروع کر دی اس کے لئے انہوں نے اپنی حزب اللہ جماعت قائم کر رکھی تھی ان کا خیال تھا کہ سیاست مذہب کا ہی ایک حصہ ہے اور ہندوستانی مسلمانوں کو مذہب کے راستہ سے منظم کیا جا سکتا ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کا ایک امام ہو اور امام کی اطاعت کو مسلمان اپنا دینی فریضہ جانیں کہ امام کے بغیر ان کی زندگی غیر اسلامی ہے اور ان کی موت جاہلیت پر ہوگی یہ امام ہندوؤں سے معاہدہ کر کے انگریزوں پر جہاد کا اعلان کر دے امام کے سلسلہ میں ان کا خیال تھا کہ اس منصب کے لئے معتبر آدمی کو چننا ہوگا جو کسی قیمت پر دشمن کے ہاتھ نہ بک سکے ساتھ ہی وہ ہوشمند اور حالات حاضرہ سے کما حقہ واقف ہو اور اس کے لئے وہ اپنی ذات کو امامت کا زیادہ اہل سمجھتے تھے اور امامت کے مسئلہ کو عام عوام میں لانے سے قبل ہی مولانا کی امامت کے لئے ملک بھر میں خفیہ طور پر بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا تاکہ جب امامت کا مسئلہ سامنے آئے تو امام کی بیعت واقعہ بن چکی ہو اور رشک و رقابت کا سد باب ہو جائے اس طرح مسلمان ایک امام کی ذات پر متفق ہو جائیں اس کے لئے انہوں نے جگہ جگہ اپنے نمائندے بھی مقرر کر رکھے تھے جن میں مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی، مولوی محی الدین قصوری، مولوی عبدالقادر وکیل لاہوری، مولانا محمد داؤد غزنوی، عثمان صاحب بھوپالی، سردار محمد اسلم خاں

© rasailojaraid.com